قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٣٢

تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں ۝٣٢

آیت 32 قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ..... : اس آیت میں "زِيْنَةَ اللّٰهِ" سے عمدہ لباس اور وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾

کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے ﴿٣٣﴾

سے انسان کو حسن و جمال حاصل ہوتا ہے اور "الطَّيِّبٰتِ" سے عمدہ قسم کے لذیذ کھانے مراد ہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کی سخت تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے ترک استعمال کو درویشی سمجھتے ہیں اور گھٹیا قسم کا کھانا کھانے اور لباس پہننے ہی کو بڑی نیکی سمجھتے ہیں اور ان صوفیوں کی بھی تردید ہے جو خود ساختہ وظیفے بتانے کے ساتھ ہی ہر جان دار کا اور جان دار سے حاصل ہونے والی چیز، مثلاً دودھ، گھی اور شہد کا کھانا منع کر دیتے ہیں اور اسے ترک حیوانات جلالی و جمالی کا نام دے رکھا ہے جو دراصل ہندو سادھوؤں اور جوگیوں کا مذہب ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کا اثر اس پر ظاہر ہو۔" [ترمذی، الأدب، باب ما جاء أن الله يحب..... : ٢٨١٩، و صححه الألباني] شاہ عبد القادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "یعنی منع کام میں خرچ نہ کرے، باقی کھانا پینا سب روا ہے، جو نعمت ہے مسلمان کے واسطے پیدا ہوئی ہے، دنیا میں کافر بھی شریک ہو گئے، آخرت میں صرف انھی کے لیے ہے۔" مزید دیکھیے سورۂ احقاف (۲۰)۔[1]

آیت 33 قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ ..... : اوپر کی آیت میں یہ بیان فرمایا کہ لوگوں نے اپنی طرف سے بہت سی چیزیں حرام کر رکھی تھیں، اب اس آیت میں اصل حرام چیزوں کو بیان فرما دیا۔ (رازی) "الْفَوَاحِشَ" یہ "فَاحِشَةٌ" کی جمع ہے اور انتہائی قبیح فعل کو کہتے ہیں۔ "الْاِثْمَ" سے تمام چھوٹے بڑے گناہ مراد ہیں اور شراب کو بھی "اِثْمٌ" کہہ لیتے ہیں اور "الْبَغْيَ" کے معنی لوگوں پر ظلم اور زیادتی کے ہیں۔ الغرض یہاں محرمات کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں اور وہ بھی "اِنَّمَا" کلمۂ حصر کے ساتھ۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی چیز حرام نہیں ہے، حالانکہ بہت سی دوسری اشیاء کی حرمت بھی قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراصل جنایات (جرائم، قصور، زیادتیاں) پانچ ہی قسم کی ہیں، پہلی نسب پر جنایت ہے، اس کا سبب زنا (اور اس سے ملتی جلتی چیزیں) ہے۔ "الْفَوَاحِشَ" سے یہی مراد ہے۔ دوسری عقل پر جنایت جس کے دوسرے معنی شراب نوشی کے ہیں اور "الْاِثْمَ" میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ تیسری عزت پر جنایت، چوتھی جان و مال پر جنایت اور "الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ" میں ان دونوں کی حرمت کی طرف اشارہ ہے۔ پانچویں دین پر جنایت اور یہ دو قسم کی ہے: ① توحید میں طعن کرنا جس کی طرف ﴿وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ﴾ سے اشارہ فرمایا ہے۔ ② اور بغیر علم کے اللہ کے ذمے بات لگانا اور فتویٰ دینا جس کی طرف ﴿اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ سے اشارہ فرمایا ہے۔ غرض کہ تمام

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا
يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں ﴿۳۴﴾ اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے ﴿۳۵﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انھیں ماننے سے تکبر کیا، وہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ﴿۳۶﴾

جرائم اور جنایات میں یہ پانچ اصول کی حیثیت رکھتی ہیں اور باقی ان کی شاخیں اور ان کے تحت آنے والی چیزیں ہیں، اس بنا پر "اِنَّمَا" کے ساتھ حصر صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔ (کبیر) یاد رہے کہ اللہ کے ذمے بات لگانے میں رسول اللہ ﷺ کے ذمے بات لگانا بھی شامل ہے، کیونکہ وہ اللہ ہی کی بات ہے، اسی لیے جو جان بوجھ کر ان پر جھوٹ لگائے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ رازی رحمہ اللہ کے جواب کے لاجواب ہونے میں شک نہیں، مگر ایک سادہ جواب یہ ہے کہ "اَلْاِثْمَ" میں ہر گناہ آ جاتا ہے، اس لیے "اِنَّمَا" کے ساتھ حصر پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔

آیت 34-36 وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ.....: پہلی آیت میں بیان فرمایا کہ ہر ایک کے لیے ایک وقت مقرر ہے جو آگے پیچھے نہیں ہو سکتا، دوسری آیت میں بتایا کہ جو لوگ فرماں بردار ہوں گے مرنے کے بعد ان پر کسی قسم کا خوف اور حزن نہیں ہوگا، مگر جو سرکش ہوں گے وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اسی قسم کا خطاب سورۂ بقرہ میں آدم علیہ السلام کے قصے کے آخر میں بھی مذکور ہے۔ دیکھیے سورۂ بقرہ (۳۸، ۳۹)۔ 2

تفسیر میں حوالہ دی گئی آیات

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ

اور جس دن کافر جہنم کے سرے پر لائے جائیں گے (۷)

(۷) یعنی اس وقت کو یاد کرو، جب کافروں کی آنکھوں سے پردے ہٹادیئے جائیں گے اور وہ جہنم کی آگ دیکھ رہے یا

فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾

(کہا جائے گا) تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی برباد کر دیں اور ان سے فائدے اٹھا چکے، پس آج تمہیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی،[1] اس باعث کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس باعث بھی کہ تم حکم عدولی کیا کرتے تھے۔[2] (۲۰)

اس کے قریب ہوں گے۔ بعض نے يُعْرَضُونَ کے معنی يُعَذَّبُونَ کے کیے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کلام میں قلب ہے۔ مطلب ہے، جب آگ ان پر پیش کی جائے گی تُعْرَضُ النَّارُ عَلَيْهِمْ (فتح القدیر)

(۱) طَيِّبَاتٌ سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان ذوق و شوق سے کھاتے پیتے اور استعمال کرتے اور لذت و فرحت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن آخرت کی فکر کے ساتھ ان کا استعمال ہو تو بات اور ہے، جیسے مومن کرتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ احکام الٰہی کی اطاعت کر کے شکر الٰہی کا بھی اہتمام کرتا رہتا ہے۔ لیکن فکر آخرت سے بے نیازی کے ساتھ ان کا استعمال انسان کو سرکش اور باغی بنا دیتا ہے جیسے کافر کرتا ہے اور یوں وہ اللہ کی ناشکری کرتا ہے۔ چنانچہ مومن کو تو اس کے شکر و اطاعت کی وجہ سے یہ نعمتیں بلکہ ان سے بدرجہا بہتر نعمتیں آخرت میں پھر مل جائیں گی۔

جب کہ کافروں کو وہی کچھ کہا جائے گا جو یہاں آیت میں مذکور ہے۔ ﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ ﴾ ..... کا دوسرا ترجمہ ہے "دنیا کی زندگی میں تم نے اپنے مزے اڑا لیے اور خوب فائدہ اٹھالیا"۔

(۲) ان کے عذاب کے دو سبب بیان فرمائے، ناحق تکبر، جس کی بنیاد پر انسان حق کا اتباع کرنے سے گریز کرتا ہے اور دوسرا فسق۔ بے خوفی کے ساتھ معاصی کا ارتکاب۔ یہ دونوں باتیں تمام کافروں میں مشترکہ ہوتی ہیں۔ اہل ایمان کو ان دونوں باتوں سے اپنا دامن بچانا چاہیئے۔

ملحوظہ: بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں آتا ہے کہ انکے سامنے عمدہ وغیرہ آتی تو یہ آیت انہیں یاد آجاتی اور وہ اسے ڈر سے اسے ترک کر دیتے کہ کہیں آخرت میں ہمیں بھی یہ نہ کہہ دیا جائے کہ تم نے اپنے مزے دنیا میں لوٹ لیے۔ تو یہ انکی وہ کیفیت ہے جو غایت ورع اور زہد و تقویٰ کی مظہر ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اچھی نعمتوں کا استعمال وہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ' جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف و غم نہیں۔(۳۸)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں' وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔[1] (۳۹)

---

(۱) قبولیت دعا کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ جنت میں آباد کرنے کے بجائے دنیا میں ہی رہ کر جنت کے حصول کی تلقین فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے سے تمام بنو آدم کو جنت کا یہ راستہ بتلایا جا رہا ہے کہ انبیا علیہم السلام کے ذریعے سے میری ہدایت (زندگی گزارنے کے احکام و ضابطے) تم تک پہنچے گی' جو اس کو قبول کرے گا وہ جنت کا مستحق' اور بصورت دیگر عذاب الٰہی کا سزاوار ہو گا۔ "ان پر خوف نہیں ہو گا" کا تعلق آخرت سے ہے۔ أَيْ : فِيْمَا يَسْتَقْبِلُوْنَهُ مِنْ أَمْرِ الآخِرَةِ ۔اور "حزن نہیں ہو گا" کا تعلق دنیا سے۔ عَلَىٰ مَا فَاتَهُمْ مِنْ أُمُوْرِ الدُّنْيَا (جو فوت ہو گیا امور دنیا سے یا اپنے پیچھے دنیا میں چھوڑ آئے) جس طرح دوسرے مقام پر ہے' ﴿ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴾ ـــ (طٰہٰ-۱۲۳) جس نے میری ہدایت کی پیروی کی' پس وہ (دنیا میں) گمراہ ہو گا اور نہ (آخرت میں) بدبخت۔" (ابن کثیر) گویا ﴿ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ کا مقام ہر مومن صادق کو حاصل ہے۔ یہ کوئی ایسا مقام نہیں جو صرف بعض اولیاء اللہ ہی کو حاصل ہو اور پھر اس "مقام" کا مفہوم بھی کچھ کا کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ حالانکہ تمام مومنین و متقین بھی اولیاء اللہ ہیں "اولیاء اللہ" کوئی الگ مخلوق نہیں۔ ہاں البتہ اولیاء کے درجات میں فرق ہو سکتا ہے۔

آسان ترجمۂ قرآن

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیات ۳۲ تا ۳۶)

قُلْ مَنْ

حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

کہو کہ: ”آخر کون ہے جس نے زینت کے اُس سامان کو حرام قرار دیا ہو جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے، اور (اسی طرح) پاکیزہ رزق کی چیزوں کو؟“[16] کہو کہ: ”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُن کو یہ نعمتیں جو دُنیوی زندگی میں ملی ہوئی ہیں، قیامت کے دن خالص انہی کے لئے ہوں گی۔“[17]

(۱۶) جس طرح ان عرب قبائل نے طواف کے وقت کپڑے پہننے کو حرام سمجھا ہوا تھا، اسی طرح جاہلیت کے لوگوں نے بہت سی غذاؤں کو بلاوجہ حرام قرار دیا ہوا تھا جس کا مفصل تذکرہ سورۂ انعام میں گذرا ہے۔ نیز ”حمس“ کے قبائل نے گوشت کی بعض قسموں کو اپنی امتیازی حیثیت ظاہر کرنے کے لئے اپنے اُوپر حرام کرلیا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی حکم نہیں آیا تھا۔

(۱۷) یہ دراصل کفارِ مکہ کی ایک بات کا جواب ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارا موجودہ طریقہ پسند

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ
سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ
اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اسی طرح ہم تمام آیتیں اُن لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم سے کام لیں ﴿۳۲﴾ کہہ دو کہ: ''میرے پروردگار نے تو بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو، یا چھپی ہوئی۔ نیز ہر قسم کے گناہ کو اور ناحق کسی سے زیادتی کرنے کو، اور اِس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک مانو جس کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، نیز اس بات کو کہ تم اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جن کی حقیقت کا تمہیں ذرا بھی علم نہیں ہے۔[۱۸] ﴿۳۳﴾ اور ہر قوم کے لئے ایک میعاد مقرر ہے۔ چنانچہ جب ان کی مقررہ میعاد آجاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے ﴿۳۴﴾

نہیں ہے تو وہ ہمیں رزق کیوں دے رہا ہے؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس دُنیا میں تو اللہ تعالیٰ کے رزق کا دسترخوان ہر شخص کے لئے بچھا ہوا ہے، چاہے وہ مؤمن ہو یا کافر۔ لیکن آخرت میں یہ نعمتیں صرف مؤمنوں کے لئے خاص ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط ہے کہ اگر دُنیا میں کسی کو خوشحالی میسر ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہے، اور اسے آخرت میں بھی خوشحالی ضرور میسر آئے گی۔

(۱۸) یوں تو کسی بھی شخص کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرنا ہر اعتبار سے ایک ناجائز اور غیر اخلاقی فعل ہے، لیکن اگر یہ جرم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا جائے تو اس کی سنگینی انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرتے وقت انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے، اور جب تک انسان کو یقینی علم حاصل نہ ہو، ایسی نسبت کا اقدام ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ عرب کے بت پرستوں نے اپنی طرف سے باتیں گھڑ گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رکھی تھیں جن کی بنیاد کسی علم پر نہیں تھی، بلکہ اپنے بے بنیاد اندازوں پر تھی، جن کی حقیقت کا خود انہیں بھی علم حاصل نہیں تھا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ
اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

(اور اللہ نے انسان کو پیدا کرتے وقت ہی یہ تنبیہ کردی تھی کہ:) ''اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے کچھ پیغمبر آئیں جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر سنائیں، تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کرلیں گے، اُن پر نہ کوئی خوف طاری ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے، ﴿۳۵﴾ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، اور تکبر کے ساتھ اُن سے منہ موڑا ہے، وہ لوگ دوزخ کے باسی ہیں۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' ﴿۳۶﴾

تفہیم القرآن

سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف (آیات ۳۲ تا ۳۶)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ
اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

اے نبیؐ، اِن سے کہو کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟[۲۲] کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں، اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی۔[۲۳] اِس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔

[۲۲] مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تو دنیا کی ساری زینتیں اور پاکیزہ چیزیں بندوں ہی کے لیے پیدا کی ہیں، اس لیے اللہ کا منشا تو بہر حال یہ نہیں ہو سکتا کہ انہیں بندوں کے لیے حرام کر دے۔ اب اگر کوئی مذہب یا کوئی نظام اخلاق و معاشرت ایسا ہے جو انہیں حرام، یا قابل نفرت، یا ارتقائے روحانی میں سدِ راہ قرار دیتا ہے تو اس کا یہ فعل خود ہی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ بھی ان حجتوں میں سے ایک اہم حجت ہے جو قرآن نے مذاہبِ باطلہ کے رد میں پیش کی ہیں، اور اس کو سمجھ لینا قرآن کے طرزِ استدلال کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

[۲۳] یعنی حقیقت کے اعتبار سے تو خدا کی پیدا کردہ تمام چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اہل ایمان ہی کے لیے ہیں، کیونکہ وہی خدا کی وفادار رعایا ہیں اور حق نمک صرف نمک حلالوں ہی کو پہنچتا ہے۔ لیکن دنیا کا موجودہ انتظام چونکہ آزمائش اور مہلت کے اصول پر قائم کیا گیا ہے، اس لیے یہاں اکثر خدا کی نعمتیں نمک حراموں پر بھی تقسیم ہوتی رہتی ہیں اور بسا اوقات نمک حلالوں سے بڑھ کر انہیں نعمتوں سے نواز دیا جاتا ہے۔ البتہ آخرت میں (جہاں کا سارا انتظام خالص حق کی بنیاد پر ہوگا) زندگی کی آرائشیں اور رزق کے طیبات سب کے سب محض نمک حلالوں کے لیے مخصوص ہوں گے اور وہ نمک حرام ان میں سے کچھ نہ پا سکیں گے جنہوں نے اپنے رب کے رزق پر پلنے کے بعد اپنے رب ہی کے خلاف سرکشی کی۔

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ
وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ
سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ
فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ يٰبَنِيْٓ
اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى

اے نبیؐ، اِن سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام ــــ خواہ کھلے ہوں یا چھپے[۲۴] اور گناہ[۲۵] اور حق کے خلاف زیادتی[۲۶] اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک کرو جس کے لیے اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی، اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو (کہ وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے)۔

ہر قوم کے لیے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے، پھر جب کسی قوم کی مدت آن پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی[۲۷] (اور یہ بات اللہ نے آغازِ تخلیق ہی میں صاف فرما دی تھی کہ) اے بنی آدم! یاد رکھو، اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں، تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا

[۲۴] تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ انعام، حواشی ۱۲۸ و ۱۳۱۔

[۲۵] اصل میں لفظ اِثْم استعمال ہوا ہے جس کے اصل معنی کوتاہی کے ہیں۔ اُثِمَہ اُس اونٹنی کو کہتے ہیں جو تیز چل سکتی ہو مگر جان بوجھ کر سست چلے۔ اسی سے اس لفظ میں گناہ کا مفہوم پیدا ہوا ہے، یعنی انسان کا اپنے رب کی اطاعت و فرماں برداری میں قدرت و استطاعت کے باوجود، کوتاہی کرنا اور اس کی رضا کو پہنچنے میں جان بوجھ کر قصور دکھانا۔

[۲۶] یعنی اپنی حد سے تجاوز کر کے ایسے حدود میں قدم رکھنا جن کے اندر داخل ہونے کا آدمی کو حق نہ ہو۔ اس تعریف کی رو سے وہ لوگ بھی باغی قرار پاتے ہیں جو بندگی کی حد سے نکل کر خدا کے ملک میں خود مختارانہ رویہ اختیار کرتے ہیں، اور وہ بھی جو خدا کی خدائی میں اپنی کبریائی کے ڈنکے بجاتے ہیں، اور وہ بھی جو بندگانِ خدا کے حقوق پر دست درازی کرتے ہیں۔

[۲۷] مہلت کی مدت مقرر کیے جانے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہر قوم کے لیے برسوں اور مہینوں اور دنوں کے لحاظ سے ایک عمر مقرر کی جاتی ہو اور اس عمر کے تمام ہوتے ہی اس قوم کو لازماً ختم کر دیا جاتا ہو۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر قوم کو دنیا میں کام کرنے کا جو موقع دیا جاتا ہے اس کی ایک اخلاقی حد مقرر کر دی جاتی ہے، بایں معنی کہ اس کے اعمال میں خیر اور شر کا کم سے کم کتنا تناسب برداشت کیا جا سکتا ہے۔ جب تک ایک قوم کی بری صفات اس کی اچھی صفات کے مقابلہ میں تناسب کی اُس آخری حد سے فروتر رہتی ہیں اس وقت تک اُسے اس کی تمام برائیوں کے باوجود مہلت دی جاتی رہتی ہے، اور جب وہ اس حد سے گزر جاتی ہیں تو پھر اس بدکار و بدصفات قوم کو مزید کوئی مہلت نہیں دی جاتی۔

وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٦﴾

اور اپنے رویہ کی اصلاح کر لے گا اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے، اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی برتیں گے وہی اہل دوزخ ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[۲۸]

تفسیر السّعدی

سُورَۃُ الأَعْرَاف (آیات ۳۲ تا ۳۶)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ

کہہ دیجئے! کس نے حرام کی زینت اللہ کی' وہ جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لیے؟ اور پاکیزہ چیزیں رزق کی؟ کہہ دیجئے!

هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

یہ ان لوگوں کیلئے (بھی) ہیں جو ایمان لائے زندگی میں دنیا کی جبکہ خاص ہوں گی (ان کیلئے) ان قیامت کے اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣٢﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

آیات ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں ○ کہہ دیجئے! بیشک حرام ٹھہرایا ہے میرے رب نے بے حیائی کی باتوں کو جو ظاہر ہوں ان میں سے اور جو

بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

پوشیدہ' اور گناہ کو اور ظلم کو بغیر حق کے' اور یہ کہ شریک ٹھہراؤ تم ساتھ اللہ کے اس چیز کو کہ نہیں اتاری اللہ نے

بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾

اس کی کوئی دلیل' اور یہ کہ کہو تم اوپر اللہ کے وہ جو نہیں تم جانتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص پر نکیر کرتا ہے جو تکلف میں پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حلال ٹھہرائی ہوئی پاک چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: ﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ زینت وآرائش

کی چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں' ان کو کس نے حرام کیا ہے؟'' انواع واصناف کے لباس' طیبات رزق یعنی ماکولات ومشروبات کی تمام اقسام کو کس نے حرام قرار دیا ہے؟ یعنی وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو حرام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں؟ کون ان کو اس بارے میں تنگی میں مبتلا کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے وسعت رکھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے طیبات کو اس لیے وسیع کیا تا کہ وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مدد لیں۔ اس نے ان چیزوں کو صرف اپنے مومن بندوں کے لیے مباح کیا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ کہہ دیجئے! یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں' خالص انہی کے واسطے ہوں گی قیامت کے دن'' یعنی ان نعمتوں کے بارے میں ان پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ ان نعمتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں تو یہ نعمتیں ان کے لیے خالص ہیں نہ ان کے لیے مباح' بلکہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے پر ان کو سزا دی جائے گی اور قیامت کے روز ان سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

﴿كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ﴾ ''ہم اسی طرح آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔'' یعنی ہم ان آیات کی توضیح کرتے ہیں اور ہم ان کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ ﴿لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ ''ان کے لیے جو جانتے ہیں'' کیونکہ یہی لوگ ہیں جو ان آیات سے فائدہ اٹھاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کھول کھول کر بیان کیا ہے' وہ جانتے ہیں کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں چنانچہ وہ اس میں غور وفکر کرتے ہیں اور ان کو سمجھتے ہیں۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان محرمات کا ذکر فرمایا جن کو اس نے تمام شریعتوں میں حرام قرار دیا ہے۔ فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ﴾ ''کہہ دیجئے! بے شک میرے رب نے حرام کیا ہے بے حیائی کی باتوں کو'' یعنی بڑے بڑے گناہ جن کی برائی اور قباحت کی وجہ سے ان کو فحش اور سخت قبیح سمجھا جاتا ہے مثلاً زنا' سدومیت (عمل قوم لوط) وغیرہ۔ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ''جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں'' یعنی وہ فواحش جن کا تعلق بدن کی حرکات سے ہے اور وہ فواحش جن کا تعلق قلب کی حرکات سے ہے مثلاً تکبر' خود پسندی' ریاء اور نفاق وغیرہ۔ ﴿وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''اور گناہ کو اور ناحق کی زیادتی کو'' یعنی گناہ کے اعمال جو گناہ میں مبتلا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں سزا کے موجب ہیں اور (بَغْی) سے مراد ہے لوگوں کے جان ومال اور عزت و ناموس میں ان پر زیادتی وغیرہ۔ پس اس میں وہ تمام گناہ داخل ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں۔ ﴿وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا﴾ ''اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا ایسی چیز کو کہ جس کی اس نے سند نہیں اتاری'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شرک پر کوئی دلیل وبرہان نازل نہیں فرمائی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے توحید کی

تائید کے لیے دلائل و براہین نازل فرمائے ہیں اور شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ بسا اوقات شرک اصغر بھی اسی زمرے میں آ جاتا ہے۔ مثلاً ریاء اور غیر اللہ کی قسم وغیرہ۔

﴿ وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور اس بات کو کہ اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جو تم نہیں جانتے'' یعنی اس کے اسماء و صفات، افعال اور اس کی شریعت کے بارے میں لاعلمی پر مبنی بات کہنا۔ ان تمام امور کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور بندوں کو ان میں مشغول ہونے سے روکا ہے کیونکہ یہ امور مفاسد عامہ اور مفاسد خاصہ پر مشتمل ہیں اور یہ امور ظلم و تعدی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں جسارت و جرأت کے موجب، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر دست درازی اور اللہ تعالیٰ کے دین اور شریعت میں تغییر و تحریف کا باعث ہیں۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٤﴾

اور ہر امت کیلئے ایک وقت (معین) ہے، سو جب آجائے گا ان کا (معین) وقت تو نہ پیچھے ہوں گے وہ (اس سے) لمحہ بھر اور نہ آگے ہوں گے ○

یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو جنت سے نکال کر زمین پر آباد کر دیا اور ان کے لیے ایک مدت مقرر کر دی۔ قوموں میں سے کوئی قوم اپنی مدت مقررہ سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے، تمام قومیں اکٹھی ہو کر اس مدت مقررہ سے آگے ہو سکتی ہیں نہ ان کے افراد۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى

اے بنی آدم! اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کریں تم پر میری آیتیں، تو جس نے تقویٰ اختیار کیا

وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور (اپنی) اصلاح کر لی تو نہ ہوگا کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٦﴾

اور تکبر کیا ان سے، یہ لوگ ہیں دوزخی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو جنت سے نکال دیا تو ان کو رسول بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے آزمایا۔ یہ رسول ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور اس کے احکام ان پر واضح کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی فضیلت بیان فرمائی جس نے رسولوں کی دعوت پر لبیک کہا اور اس شخص کا خسارہ بیان کیا جس نے رسولوں کی دعوت کا جواب نہ دیا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ فَمَنِ اتَّقٰى ﴾ ''پس جس شخص نے تقویٰ اختیار کیا۔'' یعنی جو ان امور سے بچ گیا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مثلاً شرک اور دیگر کبیرہ اور صغیرہ گناہ ﴿ وَاَصْلَحَ ﴾ ''اور اس نے (ظاہری اور باطنی اعمال کی) اصلاح کر لی'' ﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ﴾ ''تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا۔'' یعنی وہ اس شر کے خوف سے مامون ہوں گے جس سے دیگر لوگ خوفزدہ ہوں گے۔ ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ ''اور نہ وہ

(گزرے ہوئے واقعات پر) غمگین ہوں گے۔'' جب ان سے حزن وخوف کی نفی ہوگئی تو انہیں کامل امن اور ابدی فلاح وسعادت حاصل ہوگئی۔ ﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا'' یعنی ان آیات پر ان کے دل ایمان لائے نہ ان کے جوارح نے ان آیات کے احکام کی اطاعت کی۔ ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' یعنی جس طرح انہوں نے ہماری آیات کی اہانت کی اور ان کی تکذیب پر جمے رہے اسی طرح ان کو ہمیشہ رہنے والے عذاب کے ذریعے سے رسوا کیا جائے گا۔

تفسیر دعوۃ القرآن

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیات ۳۳ تا ۳۶)

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ

ان سے کہہ دو کہ میرے ربّ نے یہ چیزیں حرام قرار دی ہیں : تمام فحش کام جو ظاہر ہوں یا پوشیدہ [۳۳] اور ہر گناہ کی بات اور ناحق زیادتی [۳۴]،

۳۳ یہ اُصول پہلے ہی بیان کر دیا گیا ہے کہ تمام عمدہ چیزیں حلال ہیں سوائے اُن کے جن کو حرام کر دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حرام وحلال کی حدود کے اہم معاملے کو خواہ وہ اشیاء سے متعلق ہو یا معاملات سے، اللہ تعالیٰ نے اِن شیاطین کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا بلکہ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اس کو واضح کروادیا ہے۔ نیز اس بات کا علم کہ کون سی اشیاء انسانوں کے لیے مضر ہیں اور کون سی نفع بخش، اور کون سے اُمور معاشرے کی بے راہ روی اور بگاڑ کا سبب ہیں، ہمارے خالق سے زیادہ کسی کو نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا حرام وحلال کا تعین بھی وہی کرسکتا ہے کوئی اور نہیں۔ یہ مضمون اس سے قبل سورۃ الانعام: ۱۵۱ میں آچکا ہے۔ یہاں جن پانچ حرام باتوں کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے اُن میں اول الذکر فحش اُمور ہیں خواہ وہ اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ، جو لوگوں کے اخلاق وکردار کو بگاڑتے ہیں اور معاشرے کو بے راہ روی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ان کی تشہیر اور ابلاغ کے ذرائع میں اخبارات وجرائد کے علاوہ ٹی وی، ویڈیوز، انٹرنیٹ وغیرہ شامل ہیں جو عریاں اور فحش مناظر اور مکالموں کے ذریعے اُبھرتی نسل میں جنسی حِس اُبھارتے اور جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں اور معاشرے میں جرائم کی نشوونما میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان عوامل کی شدت سے حوصلہ شکنی کرنا چاہیے۔ آج ملک میں اِس رجحان کے سبب مرد وزن کی مخلوط محفلوں، رقص وسرود، عورتوں کی آزادانہ بے حجابی اور غیر محرموں کے ساتھ بے تکلفانہ اختلاط ایک عام رواج بنتا جارہا ہے۔ قوت نافذہ نہ ہونے کی صورت میں اس ہلاکت خیز سیلاب کے سدباب کے لیے زبان وقلم سے ان ذرائع اور عوامل کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں بُرا جانے اور ان سے دُور رہے۔ مزید تفصیل کے لیے سورۃ الانعام: ۵۱ کا حاشیہ ۲۰۹ بھی دیکھ لیا جائے۔

۳۴ اللہ کی نافرمانی گناہ ہے، اور تمام قابل گرفت اُمور جو صریح نافرمانی پر مبنی ہوں، معاشرے میں بگاڑ کا باعث ہوں، اسی طرح معاملات میں ظلم وزیادتی، لوگوں کی حق تلفی، کسی کو ناحق ذہنی وجسمانی اذیت دینا معاشرے

وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ جس کی اُس نے کوئی دلیل نہیں اتاری ۳۵ اور یہ کہ تم بغیر علم کے کوئی بات اللہ سے منسوب کردو ۳۶ ﴿۳۳﴾

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور ہر قوم کے لیے مہلت کا ایک وقت مقرر ہے، پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو اس (کے انجام) میں نہ تو لمحے بھر کی تاخیر ہوسکتی ہے اور نہ تقدیم ۳۷ ﴿۳۴﴾

میں بے چینی اور فتنہ وفساد کا سبب بن جاتے ہیں بلاشبہ ممنوع وحرام ہیں۔

۳۵ سب سے زیادہ سنگین جرم شرک ہے یعنی یہ کہ اللہ کی ذات وصفات، علم وتصرفات اور حقوق واختیارات میں مخلوق کو شریک ٹھہرایا جائے، اس کو ظلم عظیم کہا گیا ہے [لقمان:۱۳] شرک (بغیر توبہ واصلاح) ناقابل معافی جرم ہے [النساء: ۴۸] اور شرک پر مرنے والے پر جنت حرام ہے [المائدۃ:۷۲] ۔ یہ ظلم عظیم تمام برائیوں کی جڑ ہے اور اللہ کے قہر وغضب کو سب سے زیادہ بھڑکانے والا ہے، شرک پر جمے رہنے کے سبب ہی سے قوموں پر اللہ کا شدید عذاب آیا اور اُن کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا گیا [الروم:۴۲] ۔

۳۶ شیاطین کے پیروکار احبار ورہبان دنیا میں بڑائی چاہتے ہیں اور اپنے دنیاوی مفادات کی خاطر لوگوں میں اکابر پرستی کے جراثیم پھیلاتے ہیں۔ وہ اپنے فرقے وسلسلے کی شہرت ومقبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو ان کے مشرکانہ عقائد ونظریات کی تائید کرتی اور تقویت پہنچاتی ہیں۔ اس کی ایک مثال اُن مشرکوں کا یہ قول ہے کہ ''ہم نے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے'' [الاعراف: ۲۸] ۔

۳۷ دنیا دارالامتحان ہے اور یہ زندگی ایک مدت امتحان، اور اس دورانیے میں انسان کو مہلت ہے کہ وہ آخرت کی تیاری کرے۔ اس کو دونوں راستے دکھا کر اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو راہ راست پر رہے اور ایمان خالص کے ساتھ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی آخرت بنائے، یا اللہ کی نافرمانی اور کفر وشرک کی راہ اپنائے اور باغی وسرکش کی حیثیت سے زندگی گزار کے اپنے آپ کو دائمی خسارے کے گڑھے میں گرادے۔ بہرحال، اس مہلت کا وقت مقرر ہے، اور جب وہ ختم ہونے کو آتا ہے تو پھر اس میں نہ تو ایک لمحے کی تاخیر ہی ممکن ہے اور نہ ہی تقدیم۔ دانش مند ہیں وہ لوگ جو اس مہلت کو ضائع نہ کریں اور اس

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾

اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو تمہیں ہماری آیات سنائیں، تو پھر جو تقویٰ اختیار کرے اور اصلاح کرے تو ایسے لوگوں کے لیے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے [۳۸] ﴿۳۵﴾

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا تو ایسے لوگ جہنمی ہیں، اُنہیں ہمیشہ وہیں رہنا ہوگا [۳۹] ﴿۳۶﴾

کو لہو ولعب اور خواہشات نفس کی تسکین وتکمیل میں گنوانے کے بجائے ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ بامقصد زندگی گزاریں اور فلاح وکامیابی سے ہم کنار ہوں۔ اللھم اجعلنا منھم

۳۸ اسی قسم کا مضمون البقرۃ: ۳۸، ۳۹ میں بھی ہے۔ اِس دارالامتحان میں ایک طرف شیطان کو مہلت ہے کہ وہ انسانوں کو راہ راست سے بھٹکائے تو دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ان کی ہدایت ورہنمائی کا مستقل اہتمام کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتدا ہی سے اُن کو آگاہ کر دیا گیا کہ انسانوں کی رہنمائی کے لیے اُنہی میں سے رسول بنا کر بھیجا جائے گا جو لوگوں کو اللہ کی آیات سنائے گا، اُن کے ایمان وعقیدے کی اصلاح کے ساتھ ساتھ انہیں عمل صالح کرنے اور اللہ کے احکامات بجالانے کی ترغیب دے گا اور اللہ کی عبادت کا طریقہ سکھائے گا۔ ایمان وتقویٰ کا تقاضہ ہے کہ ہر صداقت کو تسلیم کریں، اللہ کے رسول پر ایمان لائیں اور اس کی پیروی کریں۔ لہٰذا جو کوئی ایمان لا کر اپنی اصلاح کر لے، اللہ کی نافرمانی سے بچے اور تقویٰ کی روش اختیار کرے تو اس کے لیے نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ عذاب کا اندیشہ۔ ایسے لوگ جنتی ہیں۔ وہ اپنا کھویا ہوا مقام اللہ کے فضل وکرم سے ایمان خالص اور عمل صالح کے ذریعے دوبارہ حاصل کر لیں گے اور پھر اُن مساکن طیبہ میں ہمیشہ رہیں گے۔ مزید تفصیل کے لیے دعوۃ القرآن میں البقرۃ: ۳۸ کا حاشیہ ملاحظہ کر لیں۔

۳۹ اس کے برعکس جو لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلائیں اور تکبر کے ساتھ نافرمانی کی روش پر جم جائیں وہ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ دو انجام بیان کر دیے گئے ہیں تاکہ اہل ایمان بھی نصیحت حاصل کریں اور راہ راست پر ثابت قدم رہتے ہوئے اپنے آپ کو بدانجامی سے بچائیں۔

فہم القرآن

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیات ۳۲ تا ۳۳)

قُلْ	مَنْ حَرَّمَ	زِيْنَةَ اللّٰهِ	الَّتِيْٓ	اَخْرَجَ	لِعِبَادِهٖ	وَالطَّيِّبٰتِ
فرما	کس نے حرام کی	زینت اللہ کی	وہ جو	اس نے پیدا کی	اپنے بندوں	اور پاکیزہ چیزوں
مِنَ	الرِّزْقِ ؕ	قُلْ	هِيَ	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فِي الْحَيٰوةِ
سے	رزق	فرما دیجیے	یہ	ان لوگوں کے لیے	جو ایمان لائے	میں زندگی
الدُّنْيَا	خَالِصَةً	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ
دنیا	خالص	دن	قیامت	اسی طرح	ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں	آیات
لِقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣٢﴾					
لوگوں کے لیے	جو علم رکھتے ہیں					

''آپ فرما دیں کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ فرما دیں یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی ہیں جبکہ قیامت کے دن ان کے لیے مخصوص ہوں گی اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔'' (۳۲)

فہم القرآن

ربط کلام: بنی نوع انسان کو لباس پہننے کا حکم دینے کے ساتھ فرمایا تھا کہ کھاؤ اور پیو مگر اعتدال کے ساتھ۔ اس حکم کے باوجود جو لوگ شریعت کی جائز کردہ زیب وزینت اور حلال چیزوں کو حرام کرتے ہیں انہیں انتباہ کے انداز میں ایک سوال کیا ہے۔

ذرا بتاؤ تو سہی کہ جن چیزوں کو تم مذہب کے نام پر حرام کہتے ہو وہ کس نے تمہارے لیے حرام کی ہیں؟ جبکہ حرام وحلال کا اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی نہیں دیا پھر کون ہے جو اللہ کی نعمتوں کو اسکے بندوں پر حرام کرے؟

سورۃ التحریم کی پہلی آیت میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے نبی آپ کو حق نہیں ہے کہ آپ اپنی ازواج کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو اپنے لیے حرام قرار دیں۔ اس فرمان سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کو بھی کسی حلال کو حرام کرنے اور حرام کو حلال کرنے کا اختیار نہیں تو دوسرا کون ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حلال قرار دی ہوئی چیزوں کو حرام کی فہرست میں شامل کرے۔ اس لیے بطور انتباہ ایسے لوگوں سے پوچھا جا رہا ہے بتاؤ وہ کون سی ذات ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تم پر حرام قرار دیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرما کر حلال قرار دیا۔ یہاں نعمتوں کے لیے زینت اور طیبات کا لفظ استعمال کیا ہے۔

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ زینت سے مراد مرد وزن کا لباس ہے لہٰذا انسان

کے لیے ہر چیز اور سب کے سب لباس جائز ہیں سوائے ان کے جن سے شریعت نے منع کیا ہے جہاں تک عمدہ اور قیمتی لباس کا تعلق ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کیا عمدہ لباس پہننا تکبر میں شامل ہے؟ آپ نے فرمایا اچھا لباس پہننا تکبر میں شامل نہیں۔ اسی طرح خورد ونوش کے بارے میں ہر وہ چیز مسلمان کو کھانے کی اجازت ہے جو پاک ہو اور شریعت نے اسے حلال قرار دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام اس لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ لوگ ان سے آگہی حاصل کریں۔ یہاں زینت اور طیبات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی میں صاحبِ ایمان لوگوں کے لیے ہیں جن سے کفار بھی فائدہ اٹھاتے ہیں البقرۃ کی آیت ۱۲۶ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر ہے جب انہوں نے بیت اللہ تعمیر کرنے کے بعد اور دعاؤں کے ساتھ یہ بھی دعا کی کہ الٰہی حرم کے رہنے والوں میں ان لوگوں کو رزق عنایت فرما جو تیری ذات اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ جواباً ارشاد ہوا کہ میں ان کو بھی رزق دوں گا جو کفر کریں گے البتہ انہیں آخرت میں جہنم کی آگ میں جھونکا جائے گا۔ یہاں اس بات کا کنایۃً ذکر ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زینت اور طیبات کے حقدار حقیقتاً اس کے تابع فرمان بندے ہیں۔ لیکن دنیا آزمائش گاہ بنائی گئی ہے اس سے کافر بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ اس لیے عمومی طور پر یہی نظر آتا ہے کہ مومنوں کے بجائے دنیا کے اسباب ووسائل۔ اللہ کے باغیوں کے ہاں زیادہ پائے جاتے ہیں

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ))[رواه مسلم : كتاب الايمان، باب تحريم الكبر]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک آدمی نے کہا بلاشبہ بندہ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے جبکہ تکبر حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی جائز کردہ زینت اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کھانا اور استعمال کرنا چاہیے۔

۲۔ دنیا کی نعمتوں سے کافر بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۳۔ آخرت کی نعمتیں کفار کے بجائے سب کی سب مومنوں کے لیے ہوں گی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام اس لیے نازل فرمائے ہیں تا کہ لوگ ان کا علم حاصل کریں اور ان پر عمل بھی کریں۔

قُلْ	اِنَّمَا	حَرَّمَ	رَبِّيَ	الْفَوَاحِشَ	مَا ظَهَرَ	مِنْهَا
فرمادیجیے	یقیناً	حرام کیا ہے	میرا رب	بے حیائی (جمع)	جو ظاہر ہے	اس سے
وَمَا بَطَنَ	وَالْاِثْمَ	وَالْبَغْيَ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	وَاَنْ	تُشْرِكُوْا	بِاللّٰهِ
اور جو پوشیدہ ہے	اور گناہ	اور ظلم	بغیر حق کے	اور یہ کہ	تم شریک ٹھہراؤ	اللہ کیساتھ
مَا لَمْ	يُنَزِّلْ	بِهٖ	سُلْطٰنًا	وَّاَنْ	تَقُوْلُوْا	عَلَى اللّٰهِ
اس چیز کو نہیں	اتاری	اس کے ساتھ	کوئی دلیل	اور یہ کہ	تم کہو	پر اللہ
مَا لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾					
جو نہیں	تم جانتے					

''فرمادیں میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں۔ گناہ اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ کے ذمے وہ بات لگاؤ جو تم نہیں جانتے۔'' (۳۳)

فہم القرآن

ربط کلام: پہلے منکرین حق سے سوال کیا تھا کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے حلال قرار دیا ہے بتاؤ ان کو کس نے حرام کیا ہے؟ اب ایک خاص انداز میں جواب دیتے ہوئے یہ بتلایا گیا ہے کہ جو چیزیں تم نے از خود اپنے آپ حرام کی ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں حرام نہیں کیں بلکہ یہ چیزیں حرام قرار دی ہیں۔

۱۔ بے حیائی خفیہ ہو یا اعلانیہ۔
۲۔ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا۔
۳۔ ہر قسم کی تعدی اور سرکشی۔
۴۔ اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شریک کرنا۔
۵۔ اللہ تعالیٰ کے ذمے وہ بات لگانا جس کا قرآن وسنت میں ثبوت نہ ہو۔

فواحش، فاحشۃ کی جمع ہے جسے کلی طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔ بے حیائی سرعام کی جائے، یا چھپ کر کی جائے وہ ہر صورت اور ہر حالت میں ناجائز اور حرام ہے۔ اکثر مفسرین نے فواحش سے مراد بے حیائی اثم سے مراد شراب خوری لی ہے کیونکہ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۲ میں زنا کو بے حیائی قرار دیا ہے۔ اثم کا معنیٰ بعض مفسرین نے

شراب لیا ہے اس لیے کہ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۱۹ میں شراب اور جوا کو اثم کہا ہے تاہم اس تفسیر کے باوجود فواحش سے مراد یہاں ہر قسم کی بدکاری اور بے حیائی ہے چاہے عملاً ہو یا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے پھیلائی جا رہی ہو جس سے مسلمانوں کے اخلاق تباہ اور ان کی دینی اور ایمانی قدریں کمزور ہوتی ہوں اس قسم کی تمام حرکات بے حیائی تصور کی جائیں گی۔ اثم کی تشریح کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اثم اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو تیز رفتار چل سکتی ہو مگر اس کے باوجود وہ جان بوجھ کر سست روی کا مظاہرہ کرے یعنی انسان نیکی کرنے کی استعداد اور طاقت رکھتا ہو مگر پھر بھی نیکی کرنے میں سستی اور غفلت کا مظاہرہ کرے اس لحاظ سے اثم یعنی گناہ کا دائرہ بڑا وسیع ہو جاتا ہے شاید اسی بنیاد پر نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ)) [رواه البخاری:باب التَّعَوُّذِ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ]

''الٰہی میں تجھ سے سستی اور غفلت سے پناہ مانگتا ہوں۔''

البغی کا معنیٰ تعدی اور سرکشی اختیار کرنا جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ اخلاقی اور ایمانی حدود سے تجاوز کرنا ہے اس لیے یہاں اَلْبَغْیُ بِغَیْرِ الْحَقِّ کے الفاظ فرمائے ہیں۔ جس کا مفہوم یہ نہیں کہ کسی شخص کو اللہ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے کا حق ہے بلکہ بِغَیْرِ الْحَقِّ کے الفاظ سے یہ تاکید کی جا رہی ہے کہ کسی انسان کو بھی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور سرکشی کرے بعض اہل علم نے البغی سے مراد ایسا گناہ لیا ہے جس میں گناہ کرنے والا دوسرے پر زیادتی کا بھی ارتکاب کرے جیسے قتل، چوری، زنا بالجبر وغیرہ۔

شرک:

سورۂ لقمان آیت ۱۳ میں شرک کو ظلمِ عظیم قرار دیا گیا ہے شرک اس لیے ظلم عظیم ہے کہ مشرک جن صفات کو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے ساتھ منسوب کرتا اور سمجھتا ہے وہ صفات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی شخص زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو۔ اس میں نہیں پائی جاتیں۔ اور نہ ہی شرک کی تائید میں کوئی معقول دلیل پیش کی جا سکتی ہے بشرطیکہ کسی کی عقل ماؤف نہ ہو چکی ہو۔ ہر زمانے کے مشرک شرک کی حمایت میں جو دلیلیں دیتے ہیں وہ عقل اور علم کے معیار پر پوری نہیں اترتیں اس لیے حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ کیونکہ اس نے شرک کی تائید میں کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

اللہ اور اس کے رسول پر کذب بیانی کرنا:

یعنی اپنے جی سے حلال و حرام ٹھہرانا، اپنی خواہشوں کی پیروی اور ثواب کی خاطر دین میں بدعتیں ایجاد کرنا، من مرضی سے شریعت تصنیف کر کے اس کو اللہ کی طرف منسوب کرنا۔

اس اعتبار سے جو شخص رسول معظم ﷺ کی طرف جھوٹی اور من گھڑت حدیث منسوب کرتا ہے وہ بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ

جھوٹ لگاتا ہے۔

((عن عامر بن عبد اللّٰہ بن الزُّبیر عن أبیہ قَالَ قُلْتُ للزُّبیر ﷺ إنِّی لَا أَسمَعُکَ تُحدِّثُ عَنْ رَّسُول اللّٰہِ ﷺ کما یُحدِّثُ فُلانٌ وفُلانٌ قَالَ أما إنِّی لَمْ أُفَارِقْہُ وَلٰکِنْ سَمِعْتُہُ یقُولُ منْ کَذَبَ عَلَیَّ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہُ مِنَ النَّار)) [رواہ البخاری: کتاب العلم ، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ]

''حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد زبیر ﷺ سے کہا میں نے آپ کو نہیں سنا کہ آپ رسول معظم ﷺ سے حدیث بیان کریں جس طرح فلاں فلاں آدمی بیان کرتا ہے۔ حضرت زبیر ﷺ نے کہا میں نے ہمیشہ آپ ﷺ سے یہ بات سنی کہ آپ نے فرمایا جو کوئی میری جانب جھوٹ کی نسبت کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم سمجھے۔''

((عنْ أنس بن مالک ﷺ قال کان رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یَتَعَوَّذُ یقُولُ "اللّٰھُمَّ إنِّی أَعُوذُ بِکَ منَ الْکسلِ وَأَعُوذُ بِکَ من الْجبنِ وَأَعُوذُ بِکَ من الْھَرمِ وَأَعُوذُ بِکَ مِنَ الْبُخلِ"))

[رواہ البخاری: کتاب الدعوات ،باب التعوذ من أرذل العمر]

''حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں رسول معظم ﷺ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہوئے یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ میں سستی، بزدلی، ناکارہ پن بڑھاپے اور بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ چھوٹے بڑے، ظاہر اور باطن گناہوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔
۲۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و سرکشی کرے۔
۳۔ شرک کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔
۴۔ شرک کی کوئی دلیل نہیں اس لیے من گھڑت باتیں کرنے سے شرک ثابت نہیں ہوسکتا۔
۵۔ من گھڑت مسائل بیان کرنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔

تفسیر بالقرآن

شرک کا عقیدہ بے بنیاد ہے:

۱۔ اللہ کے سوا مشرک جس کی عبادت کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (الحج:۷۱)
۲۔ مشرک اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے نہیں ڈرتے حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (الانعام:۸۱)

تذکیر القرآن

سُوْرَۃُ الْأَعْرَاف (آیات ۳۴ تا ۳۶)

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۴۔ اور ہر قوم کے لیے ایک مقررہ مدت ہے۔ پھر جب ان کی مدت آجائے گی تو وہ نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ ۳۵۔ اے بنی آدم، اگر تمھارے پاس تمھیں میں سے رسول آئیں جو تم کو میری آیات سنائیں تو جو شخص ڈرا اور جس نے اصلاح کرلی، ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔ ۳۶۔ اور جو لوگ میری آیات کو جھٹلائیں اور ان سے تکبر کریں، وہی لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

موجودہ دنیا میں کسی کو کام کا موقع اسی وقت تک ہے جب تک اس کی امتحان کی مقررہ مدت پوری ہوجائے۔ فرد کی مدت اس کی عمر کے ساتھ پوری ہوتی ہے۔ مگر قوم کے بارے میں خدائی فیصلہ کے نفاذ کی اس قسم کی کوئی حد نہیں۔ اس کا فیصلہ اس بنیاد پر کیا جاتا ہے کہ حق کے سامنے آنے کے بعد وہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہے۔ جس قوم کی مدت پوری ہوجائے اس کو کبھی غیر معمولی عذاب بھیج کر فنا کر دیا جاتا ہے اور کبھی اس کی سزا یہ ہوتی ہے کہ اس کو عزت و بڑائی کے مقام سے ہٹا دیا جائے۔

کسی آدمی کے لیے جنت یا دوزخ کا فیصلہ اس بنیاد پر کیا جاتا ہے کہ اس کے سامنے جب حق آیا تو اس نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جب بھی کوئی حق ایسے دلائل کے ساتھ سامنے آجائے جس کی صداقت پر آدمی کی عقل گواہی دے رہی ہو تو اس آدمی پر گویا خدا کی حجت پوری ہوگئی۔ اس کے بعد بھی اگر آدمی اس حق کو ماننے سے انکار کرتا ہے تو وہ یقیناً کبر کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے۔ اپنے آپ کو بڑا رکھنے کی نفسیات اس کے لیے رکاوٹ بن گئی کہ وہ حق کو بڑا بنا کر اس کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا بنانے پر راضی کرلے۔ ایسے آدمی کے لیے خدا کے یہاں جہنم کے سوا کوئی اور انجام نہیں۔